مضمون نگاری

دیے گے اشارات کی مدد سے ڈھائی سو سے تین سو الفاظ پر مشتمل کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیں۔

حضرت محمد ﷺ ۔۔۔جہاں کے لیے پیغام رحمت

ربیع الاول کا مقدس مہینہ سرور کائنات فخر موجودات خاتم النبیین محبوب رب العالمین ﷺ کی ولادت باسعادت ایمان افروز بشارت لے کر آتا ہے۔ 12ربیع الاول ایک ایسے دن کی یاد تازہ کرتا ہے جس نے فکر و عمل اور اعتقادات کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کردیا اس دن نورانی ساعتوں میں معرفت حق کی راہیں کھل گئیں دنیا کے بے چین و بے تاب ذروں نے وحدانیت کے نغمے گائے اور اجڑے ہوئے چمن میں تروتازہ پھول کھل گئے آفتاب نبوت نے سرزمین عرب سے طلوع ہو کر سارے جہاں کو روشن کردیا۔

قرآن کریم میں خداوند تعالی کا ارشاد گرامی ہے ہم نے آپ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا چنانچہ حضور ﷺ پرنور کی حیات طیبہ کے کسی بھی پہلو پر نظر ڈالیں اس میں خیر ہی خیر اور رحمت کی رحمت نظر آئے گی۔

حضرت محمد ﷺ کی رحمت و شفقت کسی خاص طبقے کے لیے مخصوص نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کے ابرو رحمت کے چھینٹوں نے انسانیت کی بے آب و گیا کھیتی کو اس طرح سر سبز و شاداب کردیا کہ اس کی طراوت سے آج بھی آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ کسی زبان و قلم کی طاقت نہیں کہ وہ حضور انور ﷺ کی رحمت و شفقت کو معرض اظہار میں لانے کا حق ادا کر سکے آپ ﷺ خداوند تعالی کے آخری نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم انقلابی اور نسل انسانی کے عظیم ترین نجات دہندہ تھے۔

روزِ اول سے آج تک بے شمار انقلابات نے جنم لیا ان میں کوئی فکری سیاسی کوئی اقتصادی اور ثقافتی تھا لیکن جو انقلاب حضرت محمد ﷺ نے کرہ ارض پر برپا فرمایا وہ سراسر ہمہ گیر تھا انسانی زندگی کا کوئی پہلو اس بھرپور انقلاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا آپ ﷺ انسانیت کے ایک محسن تھے کہ اپنے الفاظ اعمال گفتارو کردار سے تاریخ انسانی کا دھارا بدل ڈالا۔ حضرت محمد ﷺ کا انقلاب دنیا کا واحد انقلاب ہے جس نے نہ صرف زندگی کے تمام شعبوں کے لئے انقلابی فکر پیش کی بلکہ انقلاب لانے والی شخصیت نے اس فکر کو پہلے اپنے ذاتی عمل کا حصہ بنا لیا اور اپنی حیات طیبہ میں اس ہمہ گیر انقلاب کے ذریعے ایک ایسا معظم اور مثالی معاشرہ قائم کیا جس میں ہر ایک کو

بھائیوں کی مانند حقوق حاصل تھے۔

حضرت محمد ﷺ ایک عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے رہے آپ ﷺ نے فقر و فاقہ اور حتیاط اور احتیاج کے سارے اتار چڑھاؤ اس طرح برداشت کیے جس طرح ان کے کسی غریب صحابی یا ہم عصر برداشت کر رہے تھے دنیا عرب تاریکی و جہالت کی گہری کھائی میں پڑی ہوئی تھی عرب کی جہالت ہر پہلو سے ابتر تھی پورے کا پورا معاشرہ ہی اندھیر نگری کا حصہ بن چکا تھا کائنات انسان کے چہرے پر ظلمتوں اور اندھیروں کی تہیں کچھ اس طرح جم گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس فرش زمینی پر ہدایت کے نور کی کرنے کبھی پڑی ہی نہیں تھیں خالق و مخلوق کے رشتہ کا ایک ایک تار ٹوٹ گیا تھا روح انسانیت کی لطافتیں جذبات انسانی کی کثافتوں میں دب کر رہ گئی تھی۔ دور دور بھی حق کی روشنی کا نشان نہیں ملتا تھا وہ ایک خدا کو نہیں مانتے تھے آپس میں اپنے اپنے خاندان اور قبیلوں پر فخر کرتے تھے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کرنا ان کا معمول تھا اس عالم میں جب انسانیت ایک نیم مردہ حالت میں پڑی آہیں بھر رہی تھی کہ رحمت الہی جوش میں آئی۔ فرشتوں نے جشن بہاراں منایا اس ظلم و تشدد کے تاریک زمانے میں حضرت محمد ﷺ کا ظہور ہوا آپ ﷺ کی ذات مبارک کے توسط سے تمام عالم انسانیت میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا آپ ﷺ امن و سلامتی کا پیغام لے کر آئے بے جان انسانیت میں پھر سے جان پڑی۔ رحمت العالمین نے چالیس سال کی عمر میں بحکم خداوند تعالی اپنی نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو پیغام حق سنایا چنانچہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اس خدا کا تصور پیش کیا جو صرف رب المسلمین نہیں بلکہ رب العالمین ہے یعنی کائنات کے ایک ایک ذرہ کا مالک ہے سمندر کے ایک ایک قطرہ صحراؤں کے ایک ایک ذرہ اور درختوں کے ایک ایک پتے کا رب ہے

آپ ﷺ نے شراب نوشی، چوری، جوا، لڑکیوں کو زندہ مار ڈالنا، جھوٹ، بت پرستی، باہمی جنگ و جدل اور دیگر بد اخلاقیوں سے دور رہنے کی تعلیم دی۔

حضور ﷺ نے فرمایا خدا ایک ہے جو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے نسل و رنگ اور زبان کے تفرقے بے معنی ہیں اتیاز، پرہیزگاری اور نیک عمل کے لیے ہے تمام انسان، انسانی اخوت و وحدت کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں ہے سب آدم کی اولاد ہیں اس کے ساتھ آپ ﷺ نے ضمیر و عقید کی آزادی کے لیے یہ رواداران اور انقلاب انگیز اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خداوند تعالی کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبر برحق ہیں خواہ وہ سرزمین عرب میں آئے ہوں یا کسی دیگر ملک میں پیدا ہوئے ہوں ان

کے درمیان کوئی امتیاز و تفریق نہیں ہے ان تمام انبیاء کرام اور ان کے پیغام کی صداقت پر ایمان لانا اسلام میں داخل ہونے کی اولین شرط ہے۔

مکہ مکرمہ میں جب لوگوں نے یہ پیغام سنا تو وہ غصے سے بھڑک اٹھے۔ آپ ﷺ پر مظالم کی اس درجہ حد کردی کہ جس کو سوچ کر ہی انسانیت کانپ اٹھتی ہے چنانچہ اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مکہ کے لوگ آپ ﷺ کے سخت مخالف ہوگئے اور طرح طرح کی تکلیفیں آپ ﷺ کو دینے لگے۔ آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے آپ کے راستے میں کانٹے

بکھیر دیے گئے اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کا جینا مشکل کر دیا لیکن اس سب کے باوجود آپ ﷺ لوگوں کے حق میں ہمیشہ نیک دعا کرتے رہتے کہ اللہ تعالی ان سب کو نیک ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔

آہستہ آہستہ لوگ اسلام قبول کرتے رہے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی اس لیے مکہ کے لوگ اہل اسلام اور اسلام کے ماننے والوں کو اور بھی زیادہ ایذائیں پہنچانے لگے ان تکلیفوں سے تنگ آکر آپ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اللہ کے حکم سے ایک روز مدینہ منورہ چلے گئے اس دن سے مسلمانوں کا سن ہجری شروع ہوا مدینہ منورہ کے لوگوں نے خندہ پریشانی سے نبی آخر الزماں ﷺ کا خیر مقدم کیا۔ مدینہ منورہ میں کافی لوگ اسلام قبول کر چکے تھے مدینہ کے مسلمانوں نے اشاعت اسلام کی خاطر بڑی تکلیفیں اور پریشانیاں برداشت کیں مگر اپنے مہاجر بھائیوں کی مکمل حمایت واعانت کر کے اسلام اور اسلام والوں کے لئے اپنی پوری مہمان نوازی، اور جانثاری کا ثبوت دیتے رہے مدینہ کے مسلمانوں کی حمایت سے اسلام چاروں طرف پھیلتا چلا گیا اس وجہ سے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہی سکونت اختیار کی جب فتح مکہ درپیش آیا تو طاقت ہونے کے باوجود بھی آپ ﷺ نے کسی کو بے جا ایذا نہ پہنچائی حتی کہ دشمنوں کو بھی معاف کیا۔

آپ ﷺ نے اپنی بہادر فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ کسی معذور پر کسی کمزور ضعیف اور ناتواں پر تلوار نہیں اٹھائی جائے گی آپ ﷺ کی ہدایت کا یہ اثر ہوا کہ مکہ تو فتح ہوگیا مگر نہ کسی بے گناہ کو اذیت دی گئی اور نہ خون ناحق کا ایک

قطرہ بھی بہایا گیا ایسی پر امن فوج کی فتح عظیم فلک نے آج تک نہیں دیکھی تھی ہزار ہزار سلام اس ہستی گرامی پر جس نے بگڑی ہوئی انسانیت کو ایسے فکری اور عملی انقلاب سے روشناس کرایا جس کی مثال مذہبوں اور ملتوں کی تاریخ میں مفقود ہے۔

رحمت اللعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا شخص کسی بھی جگہ تاریکی کا نشان نہیں پائے گا آپ ﷺ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی حتی کہ آپ ﷺ وفات کے بعد آپ ﷺ کا روضہ مبارک بھی مدینہ منورہ میں قائم ہوا ساری دنیا کے مسلمان اس فضیلت کی بناء پر عرب کے شہر مدینہ منورہ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

عیدین /مذہبی تہوار

1۔ عید کا مفہوم، مقصد اور اہمیت

2۔ عید الفطر۔ رمضان المبارک کے پس منظر میں

3۔ عیدالاضحی، حضرت ابراہیم کی قربانی کے تناظر میں ۔

4۔ عید ہیں ان کا آنکھوں دیکھا حال

5۔ عید کی حقیقی خوشیاں۔ محتاجوں کی امداد

مسلمان ہر سال دو عیدیں مناتے ہیں ۔ ایک عید کو" عید الفطر" کہا جاتا ہے۔ یہ عید امضان کا مہینہ ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ اس" چھوٹی عید" بھی کہا جاتا ہے۔ اصل میں یہ عید روزوں کا مبارک مہینہ بخیر وخوبی گزرنے کی خوشی کا جشن ہے۔ اس عید پر گھر کے افراد کی تعداد کے مطابق صدقہ پہ غریب اور مستحق کو میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشیاں منائیں اور اللہ تعالی کا شکر ادا کریں۔

رمضان کا چاند طاہر ہوتے ہیں مسلمان سحری افطاری کے خشک نظام میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ جب رمضان کا مہینہ ختم ہوتا ہے اور چاند کی انتیسویشام ہوتی ہے تو غروب آفتاب کا وقت قابل دید ہوتا ہے ۔ مکانوا ،کی چھتوں پر بچے اور بڑے بھی چڑھ جاتے ہیں ۔ مغرب کی طرف نظر جمائے دیکھتے ہیں کہ حلال عید نظر آجائے۔ اس روز حلال اس قدر بھاری ہوتا ہے کہ اس کا نظر آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آسمان صاف ہو اور کسی کی نگاہ لال کی چمک سے منور ہوجائے تو کیا کہنے۔ ایک گونج پیدا ہوتی ہے۔ وہ رہا چاند ! درخت کی چھوٹی ہنیں کے ساتھ پتوں کی اوٹ میں۔ ادھر چاند نظر آیا نوبت نقارہ بجنے لگے اور ڈھول پیٹنے لگے۔ اس قدر چہل پہل اور گہما گہمی ہوئی جیسے شام کی خاموشی جاگ اٹھی۔ بچوں کے نئے وزیر خوبصورت کپڑے دیکھے گئے ۔ لڑکیوں اور عورتوں نے مہندی لگائی۔ رات اسی

ذوق و شوق میں گزر گئی ۔ صبح ہوئی تو گھروں میں سوئی۔ آپ کی ادائیگی اور نماز کے لیے مقررہ میدان میں پہنچ گئے۔

مقررہ وقت پر امام صاحب آئے، نماز پڑھی، خطبہ پڑھا دعا کے بعد لوگ آپس میں بغل گیر ہوتے گئے اور چلتے گئے۔ بچوں کے کھیلنے کی چیزیں یعنی وہ بارے وغیرہ خریدنے، گھر پہنچے اور عزیزوں سے ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دوسری عید کو" عید قربان" کہتے ہیں۔ اسے قرآنی اصطلاح میں" عیدالاضحی" یا" عیدالبقر" بھی کہا جاتا ہے۔ ازلہ تو وقت چاشت کو کہتے ہیں، چونکہ اس عید کی نماز چاشت کے وقت پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کا نام عیدالاضحی ہوا۔ بکرا اور صرف ایک مفید جانور ہے ۔ ہاں تو یہ عید حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ کی قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ خدا کے پیارے نبی تھے ایک رات خواب میں انہیں قربانی کا حکم ہوا ۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے صبح اٹھ کر سو اونٹ قربان کردیئے۔ دوسری رات پھر قربانی کا حکم ہوا ۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے صبح پھر سو اونٹ قربان کردیئے۔ تیسری رات کو سب سے پیاری چیز کی قربانی کا حکم ہوا ۔ یہ اشارہ حضرت اسماعیل ایل خوروں سال اور اکلوتی بچے کی قربانی کی طرف تھا ۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت اسماعیل کو ساتھ لیا چھری اور رسی پکڑی اور جنگل میں چلے گئے۔ حضرت اسماعیل لیٹ گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لیے ۔ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں تاکہ رحم نہ ہائے چھری اٹھائی اور بچے کے گلے پر رکھ دیں ۔ اتنے میں آواز آئی ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ۔ تیری قربانی قبول ہوئی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی آنکھوں سے پٹی اتاری، آنکھیں کھولیں تو انہوں نے بیٹے کی بجائے ینڈھا ذبح پایا ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور گھر آ گئے۔ یہ ذی الجہ کی دسویں تاریخ تھی۔ مسلمان اسی قربانی کی یاد میں ہر سال قربانی کر کے سنت ابراہیمی کا احیاء کرتے ہیں ۔ اس روز میں ڈھیر بھی ذبح ہوتے ہیں بکرے بھی ،کھائیں بھی اور اونٹ کی بھی قربانی کی جاتی ہے۔

نماز عید ادا کرنے کے بعد قربانی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور تین دن تک چلتا رہتا ہے۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جاتے ہیں۔ ایک اس شہر والوں کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے۔ تیسرا حصہ عام غریبوں حاجت مندوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس عید کی خوشی تین دن تک متواتر ہوتی ہے اور ہر روز جیسن کی کیفیت ہوتی ہے۔

زم۔۔۔۔۔زم/ عظیم قربانی

1۔ مکہ مکرمہ کا متبرک شہر۔

2۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ اپنی بیوی ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور اپنے ننھے بچے کو اللہ کے حکم کے مطابق ریگستان میں چھوڑ آئے۔

3۔ شیر خوار بچے کا پیار سے تڑپنا

4۔ حضرت ہاجرہ کی پانی کی تلاش

5۔ بچے کی ایڑیوں سے پانی کے چشمے (زمزم) کا پھوٹنا ۔

آج سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ جہاں آج مکہ مکرمہ کا متبرک شہر آباد ہے وہاں ریت اور سڑی ہوئی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا ۔ دور دور تک کسی جاندار کا گمان تک نہ تھا ۔ اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہ اور آپنے ننے چند روز کے بچے کو لے کر یہاں آئے اور انہیں اللہ تعالی کے حکم کے مطابق یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔

ماں اپنے ننھے شیر خوار بچے کو لے کر ایک پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ سورج بلند ہوتا گیا۔ دھوپ کی تیزی سے بڑھتی گئی۔ زمین تپی، گرم لو کہ بھوکے آنے لگے۔ پانی کی جھیل خشک ہونے لگیں اور ذرا سی دیر میں سوکھ گئی۔ ماں بچے کے ہونٹ سوکھے، پھر زبان خشک ہوئی۔

ماں گھبرائی۔ ننھا سے سوچنے لگا۔ ماں کے ہوش اڑ گئے۔ اپنی پیاس بھول گئی ۔ بچے کی حالت دیکھ کر تڑپتی۔ ادھر دیکھا ۔ ریت کے ذروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا ۔ اوپر دیکھا۔ آسمان کو دور پایا ۔ نیچے دیکھا۔ زمین کو تنفر پایا ۔ پانی پانی ایک گھونٹ ایک قطرہ ۔ میرے لئے نہیں، میرے بچے کے لیے، شیر خوار اسماعیل رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ کے خدا اس جنگل میں اس بیابان میں اس ریگستان میں، میں آنکھوں گلستان بنانے والے اس آگ کے دریا میں پانی کا چشمہ بہا ! میرے ننھے کو ایک پانی کا قطرہ عطا فرما ۔ اللہ میاں مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں ننھی جان پر کرم فرما ۔

بچہ پیاس سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی ٹانگیں ہلا دیتا ۔ ماں نے اپنے منہ سے لعاب نکال کر اس کے منہ میں ڈالا، مگر دا،،ک، تمازت ختم ہو تو زندگی کی امید پیدا ہو۔ ہو ذرا دیر کو بچے کی سانس کی حالت ٹھیک ہوتی، پھر وہی خشکی، رگیں تک خوشک کر دیتی ۔

آخر بچے کی حالت نہایت نازک ہو گئی ۔ ماں دیکھ نہ سکی اٹھی بچے کو زمین پر لیٹ آیا ، اور پہاڑی پر چڑھ گئی بے تابی سے ادھر ادھر دیکھا ۔ پانی کا نشان تک نہ پایا ۔ پھر صفا کی پہاڑی کی طرف بھاگی، ساتھ ساتھ بھارتی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ بچے کی طرف دیکھتی جاتی تھی کہ کوئی درندہ نقصان نہ پہنچا دے۔

اب ماں کی بے تابی حد نہ تھی ۔ ہر طرف مایوسی کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی بچے کو دیکھتی اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتی ، مگر ناکام واپس آتی۔ اسی طرح پہاڑیوں پر دوڑ رہی تھی کہ چھ کچھ بھی مکمل ہو گئے ۔ ساتویں مرتبہ اللہ سے دعائیں کرتی ہوئی توڑی اور واپس آئے تو دیکھا کہ بچے نے بے تابی سے جہاں ایڑیاں ماری تھیں وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا تھا ۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اللہ کا شکر ادا کیا ۔ بچے کو پانی پلایا۔ خود پیا اور چشمہ کے گرد پتھروں کی کی منڈیر بنادی اور فرمایا کہ زمزم یعنی آئی پانی ٹھہر جا۔ اسی سے چشمے کا نام بھی "زم زم" ہوا اور چشمے کا مقدس کے مسلمانوں کے لیے شفا کا پیغام لایا ۔ عرب کے مدو پانی کی تلاش میں ریگستان کے ذرے ذرے کا منہ دیکھتے ہیں۔ ایک بدو نے پانی پایا تو حضرت ہاجرہ اللہ تعالی عنہ سے پانی پینے اور اپنے اونٹ کو پھیلانے کی اجازت مانگی آپ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی اور آخر وہی خیمہ لگا کر بیٹھ گیا سے نکل رہا تھا کرتا رہتا تھا پھیلتا رہتا تھا اور اجازت پا کر آباد ہوتے گئے۔ ہفتے پہلے خیموں کا شہر بسا پھر پتھروں کے مکانوں کا شہر آباد ہوا۔

علامہ محمد اقبال/ عظیم لیڈر/ شاعر مشرق

1۔ ابتدائی تعلیم۔ سیالکوٹ

2۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ایم۔ اے

3۔ شعروشاعری سے محبت

4۔ جرمنی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری

5۔ تصور پاکستان

بڑی مدت کے بعد ہے کہ کشمیر میں ہندوؤں کے ظلم و ستمیں مسلمانوں کو نہایت تنگ کر رکھا تھا۔ کچھ مسلمانوں نے وادی کشمیر کی بہاروں کو چھوڑا اور پنجاب کی گرم ہواؤں میں آن بسے۔ ان مہاجر مسلمانوں میں سے ایک خاندان سیالکوٹ میں مقیم ہوا اور یہیں کا ہو رہا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کا نام صوفی نور محمد تھا جو سیالکوٹ میں ٹوپیوں کی دکان کرتے تھے۔ وہ نیک طبیعت اور خدا پرست تھے۔ 9نومبر 1877 کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ماں باپ نے خوشی منائی اور بچے کا نام محمد اقبال رکھا۔

وقت گزرتا گیا۔ بچہ بڑا ہوتا گیا۔ جب ذرا سیانا ہوا ایک مکتب میں پڑھنے کے لیے بٹھا دیا۔ یہاں سے اٹھا تو مشن سکول میں بٹھایا۔ بڑا ذہین۔ اس نے پرائمری میں وظیفہ پایا پھر مڈل میں یہی اعزاز حاصل کیا۔ میٹرک سے فارغ ہوا تو مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ یہاں مولوی میر حسن جیسا شفیق استاد ملا۔ جس نے عربی، فارسی اور اسلامی تعلیم کا ذوق پیدا کیا۔ ایف۔ اے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ایم۔ اے کیا اور کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج میں پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ پھر 1905 میں یورپ کے سفر پر کمر باندھی، کیمبرج یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کیا اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری اور ڈاکٹر محمد اقبال برگر وطن واپس آئے۔ اس بے وطنی اور یورپ کی بے راہ روی نے اقبال کے دل میں مذہب کی سچی محبت پیدا کر دی۔ آپ کو بچپن سے شعروشاعری سے محبت تھی۔ انجمن حمایت اسلام کے اجلاس میں اقبال کے نام سے رونق آجاتی تھی۔ اقبال کی نظم کا ایک شعر اشرفیوں میں تلتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے زوال پر بے حد غم ناک تھے۔ وہ مسلم نوجوان کو اسلام کی آن پر کٹ کرنا سکھاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے 1930 کے خطبہ الہ آباد میں پاکستان کا تخیل پیش کر کے نوجوانوں کے

دلوں میں آگ لگادی۔ قائداعظم اور مسلمانوں کی قیادت انہیں سونپ دی گئی۔

اقبال رحمۃ اللہ جانتے تھے کہ محمد علی جناح ہیں وہ شخصیت ہیں جنہیں نہ تو خریدا جا سکتا ہے۔ نہ راستے سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے حصول کے لیے ان سے زیادہ موزوں مسلمان کوئی نہیں۔ چنانچہ اقبال رحمتہ اللہ کی رہنمائی اور قائداعظم رحمتہ اللہ کی شاہانہ زور محنت سے 14 اگست 1947 کو پاکستان کا حلال دنیا کے نقشے پر طلوع ہوا۔

انگریزی حکومت نے اقبال رحمتہ اللہ کو "سر" کا خطاب دے رکھا تھا۔ مگر اقبال رحمتہ اللہ نے انگریزی حکومت کے کے بخیے ادھیڑ دیے۔ انگریز کی ساحری کو مسحور کر دیا اور وہ اس مردہ درویش کے سامنے عاجز آگئی۔

اقبال رحمتہ اللہ نے اردو اور فارسی میں اس قدر بلند خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ایران اور دنیا بھر کے شاعروں اور فلسفیوں یو نے موجودہ زمانے کو" مصر اقبال" کہہ کر تعریف کے پھل بخش دیئے۔ اردو میں" بانگ درا"، "بال جبریل"۔ "ضرب کلیم"، ارمغان حجاز" اقبال کے شعری مجموعے ہیں۔ فارسی میں "پیام مشرق"، "زبور عجم"، "مثنوی اسرار موز"، "جاویدنامہ"، " ارمغان حجاز" کا کچھ حصہ شامل ہے۔

افسوس ہے کہ اقبال رحمتہ اللہ نے جو شمع جلائی تھی خود اس کی روشنی سے مستفید نہ ہو سکے اور 21 اپریل 1938 کو دو عالم سے چل بس۔ بادشاہی مسجد کے صدر دروازے لے باہر آپ کا مقبرہ زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ سچ ہے کہ ایسے نابغہ روزگار کہیں ہیں صدیوں بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خود کہہ گئے ہیں۔

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قائداعظم / عظیم رہنما

1۔ ابتدائی تعلیم۔ کراچی

2۔ برطانیہ سے وکالت کی ڈگری

3۔ کانگریس میں شمولیت

4۔ مسلم لیگ میں شمولیت

5۔ انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ

6۔ بانی پاکستان

پونجا جناح کا اصل وطن تو راجکوٹ (کاٹھیاواڑ) تھا، لیکن کاروباری شغف کراچی لے آیا۔ چمڑے کی تجارت کرتے تھے اور متمول تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ 25 دسمبر 1876ء کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد علی رکھا گیا۔ یہی محمد علی بڑا ہو کر اور پڑھ کر مسلم قوم کا سہارا اور پاکستان کا بانی ہوا۔ قوم نے بھی اسے سر پر اٹھایا اور قائد اعظم کے لقب سے پکارا۔

محمد علی نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ 16 سال کی عمر میں میٹرک پاس کرلیا اور بیرسٹری کی تعلیم کے لیے لندن روانہ ہوگئے۔ جہاں سے بیس سال کی عمر میں بیرسٹر بن کر لوٹے۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ ان دنوں باپ کا کاروبار تباہ ہوگیا اور وہ کئی مقدمات اور مشکلات میں پھنس گئے۔ محمد علی نے ولایت سے واپسی پر سب سے پہلے باپ کے مسائل کو دور کیا۔ پھر وکالت کے لیے بمبئی چلے گئے۔ یہاں چھ مارچ تک ک پریزیڈنسی مجسٹریٹ کی آسامی پر فائز رہے۔ پھر اپنی پریکٹس شروع کر دی اور جلد ہی چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہونے لگے۔

اس وقت ہندوستان میں کانگریس کی دھوم تھی، محمد علی جی اس کے ممبر بن گئے اور "صلح کا شہزادہ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ کئ سال تک ممبر رہے مگر جب دیکھا کہ کانگریس ایک ہندو جماعت ہے جو صرف ہندو کی بہتری کے لیے کوشاں اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے کی فکر میں ہے تو آپ نے کانگریس کو چھوڑا لا اور ولایت چلے گئے۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے نہایت کٹھن تھا۔ انگریزوں عمران اور دشمن تھا۔ ساری ہندو قوم دشمن تھی۔ اگرچہ انیسو چھ سے مسلم لیگ قائم تھی مگر درحقیقت بے جان سے جمع تھی۔ علامہ اقبال مسلمانوں کی کی بے بسی پر کھڑے

تھے۔ رات دن اسی غم میں تڑپتے تھے۔ آخر انہوں نے دیکھا کہ محمد علی جناح کے سوا کوئی ایسا مسلمان موجود نہیں جس پر بھروسا کیا جاسکے اور قوم کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ چنانچہ آپ نے خط لکھ کر انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ وطن واپس آئی اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔ چنانچہ وہ واپس آئیں اور انہوں نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازی کو جمع کیا شہر جا کر قوم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا اور ایک پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کیا۔

گاندھی نے ان کے مقابلے میں کئی پینترے بدلے۔ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مسلمانوں نے ان پر توجہ نہ دی۔ ۔ ادھر علامہ اقبال نے 1930 میں مسلم لیگ کی صدارت ایک علیحدہ قوم ہیں اور ان کے لئے علیحدہ وطن کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے انہیں ملا کر ایک اسلامی مملکت تشکیل دی جائے۔

اس تقیر میں ہندو بہت تلملائے۔ مگر مسلمانوں کو ایک نصیب العین مل گیا تھا محمد علی جناح نے اسے اور اچھالا ۔ ولایت کے ایک مسلمان طالب علم فلم رحمت علی نے اس مجوزہ اسلامی ریاست کا نام پاکستان رکھا جو ہر مسلمان کی زبان کا نعرہ بن گیا۔

انگریز اور گاندھی نے ہندوؤں سمیت اس کا نہایت شدت سے مقابلہ کیا محمد علی جناح نے نہایت خوبصورتی سے جواب دیا ۔ آخر انگریز اور ہندو دونوں کو مسلمانوں کا مطالبہ ماننا پڑا اور چودہ اگست 1947 کو دنیا کے نقشے پر پاکستان کا وجود ثبت ہوگیا۔

اب تک محمد علی جناح کو مسلمانوں کی طرف سے "قائد اعظم "کا لقب مل چکا تھا۔ چنانچہ جب پاکستان کی سلطنت قائم ہوئی تو آپ اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ دن رات کی محنت سے آپ کی صحت خراب ہو گئی اور آخر 11 ستمبر 1948 کو یہ پاکستان کا بانی نڈر اور بے باک جرنیل قوم کو روتا چھوڑ رہی ملک بقا ہوا۔

قائد اعظم زندہ باد پاکستان پائندہ باد

یوم آزادی جشن آزادی

1۔ 14 اگست ۔ قیام پاکستان کی کہانی

2۔ علامہ اقبال کا تصور پاکستان

3۔ قائداعظم کا پاکستان حاصل کرنا

4-آزاد ملک کا قیام

5۔ یوم آزادی کی خوشیاں منانا

14 اگست آیا، سال بھر کے انتظار نے رنگ دکھایا ۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلہ محلہ، گلی گلی، مسرت و شادمانی کے نغموں سے بھر گئی ۔ جلسے منعقد ہوئے، تقریر ہوئیں، زندہ باد کے نعرے گونجے، گھوڑے، اونٹ، بیل، جلوس کی زینت بنے۔ ہر چھوٹا بڑا، مرد عورت بچہ بوڑھا مسرور ہے، شاداں ہے خوش ہے ۔ قیام پاکستان کی کہانی رقم کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں بعض دلخراش واقعات میں ایک نئی سوچ اور زندہ رہنے کا ایک نیا راستہ دکھایا ہے۔

برصغیر پر انگریز کی حکومت تھی اور یہ حکومت اس نے مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور انہیں ذلیل اور رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ہندو خوش آمدید بھی انگریز کے دل میں مسلم دشمنی کے جذبات کو ہوا دے رہا تھا ۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ مسلمان ہندو پاریوں کے درمیان پس رہے تھے۔ انگریز کا حکومت پر قبضہ تھا توحید کا دفاتر پر۔ وہ کسی مسلمان کو افسری تک پہنچنے ہیں نہ دیتے تھے۔ اس لئے مسلمان دفاتر میں چپڑاسی یا چوکیداری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے ۔ دراصل ہندو کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد پورے برصغیر کے حاکم بن جائیں اور مسلمانوں کو اس طرح پیس کر رکھ دیں گے اسلام کا نام ہی ختم ہوجائے اور اور ان کے ساتھ ہی انہیں شودر بنا کر ان کے کردار کو مسخ کر دے۔

انگریز اور ہندو کے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں کی حالت بہت قابل رحم ہو چکی تھی۔ مسلمان اکابر ان بھی ان حالات مذکورہ سے غافل نہ تھے۔ آخر انہوں نے 1906 میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی جو ہندو تنظیم کانگریس سے متوازی تھی۔ مگر کانگریس سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہندو سو سو طرح سے اس کے لئے کوشاں تھے۔ انیس سو تیس میں مسلم لیگ کا ایک بار ضلع الہ آباد میں ہوا جس کی صدارت حضرت علامہ اقبال نے کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مسلمان اور ہندوں الگ الگ قوم ہیں۔ جن میں اب تک نہ اتحاد ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ صوبے جنہیں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ ایک اسلامی ریاست کے طور پر مسلمانوں کے حوالے کی جائیں اور جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندو حکومت کریں۔

علامہ اقبال کے اس اعلان پر ہندو بہت گرے اور اسے شاعر کا خواب کہہ کر ہنسی مذاق اڑاتے رہے۔ قائداعظم مسلم لیگ کو منظم کرتے رہے اور آخر 1940 میں مسلم لیگ نے اس تجویز پر صاد کیا۔ اور "لے کے رہیں گے پاکستان" کے نعرے حضرت گونجنے لگے۔

ہندوؤں نے اپنی اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ مگر اس سے مسلمانوں کا جوش اور بڑھا اور وہ دشمنوں کے سامنے نے کھڑے ہوگئے۔ اب انگریز اور ہندوؤں دونوں نے مجبور ہو کر پاکستان کے قیام کو منظور منظور کر لیا۔ اس روز جب کے پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا۔ 14 اگست کا مبارک دن تھا۔

زندہ قومیں ایسے ہی قومی دن کو بڑی شان سے مناتی ہیں۔ ہم مسلمان بھی خوشی سے مناتے ہیں کہ ہمیں ہمیں آزادی ملی اور پاکستان کی سلطنت وجود میں آئی۔

پاکستان پائندہ باد قائد اعظم زندہ باد

محنت کی برکتیں / محنت کی عظمت

1۔ محنت سے کمانے والا اللہ کا دوست

2۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی دین کی محنت و مشقت کی نذر

3۔ آرام طلب قوموں کا صفحہ ہستی سے مٹ نا

4۔ محنت کے بل بوتے پر عظمت و عزت اور ناموری حاصل کرنا

5۔ محنت نہ کرنے والے طلباء کا فیل ہونا

حضرت اصول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(محنت سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)

یہ ایسا نسخہ کیمیا ہے جس نے اس پر عمل کیا وہ کامیابی سے سے ہمکنار ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیا کے سامنے یہ ہے کہ پوری زندگی دین کی محنت و مشقت کی نذر ہوئی تب جا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی اصلاح کا مقصد حاصل کر سکے۔

دراصل دنیا ایک عمل گاہ ہے جہاں انسان کا ایک ایک منٹ قدرت کے زیر نظر ہے اور وہ دیکھتی رہتی ہے کہ انسان نے کیا سیکھا اور کیا فراموش کیا۔

دنیا میں جتنے اشخاص بلندی پر پہنچے وہ اپنی محنت اور بے شمار سختیاں جھیل کر اس قابل ہوئے کہ عظمت و عزت اور ناموری لے پرچم کو چھوس لیں۔ محنت کے بغیر کسی کو عزت نہیں ملتی مرتبہ بھی نہیں ملتا بلکہ پیٹ بھرنے کے لیے روٹی کل لقمہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ذرا اس کٹھن سفر کا اندازہ کیجئے جو گندم کے ایک دانے کو انسان کی خوراک بننے کے لئے موسم کی سختیوں کے ساتھ طے کرنا پڑتا ہے ہے اور وہ اس قابل بنتا ہے کہ انسان کی خوراک بننے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کہا۔

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی   جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی

کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی   فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی

نہال اس گلستان میں جتنے بڑھے ہیں   ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

اس عمل کے میدان میں جو شخص زیادہ محنت کرتا ہے اور اونچا چلا جاتا ہے۔ بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ مگر جو اپنے وقت کو سوس ہو کر گوا دیتا ہے وہ اپنی بڑائی اور عزت کو بھی اپنے ساتھ سلا لیتا ہے۔ ایسے ہی نکمے اور آرام طلب محنت کے اوقات راگ رنگ کی محفلوں کی نذر کر دیتی رہی دنیا کی اول درجے کی حاکم کون شمار ہوتی رہیں اور ان دشمنوں کے دل اسے دیکھ کر ہی لیتے رہے۔ مگر جب آرام طلبی اور عیش و نشاط کے چکر میں پڑھتی آتی تو نہ صرف اتنی بڑی سلطنت ہاتھ سے گئی بلکہ عزت رہی نہ عظمت بچی۔ شان، آن، تفوق، بڑائی میں سے کوئی چیز نہ رہی، اقبال نے فرمایا ہے۔

آتجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے   شمشیر و شاہ اول، طاؤس و رباب آخر

اقبال کیا تھے۔ اس نام کے ہزاروں افراد ہوں گے۔ مگر اقبال کی محنت نہیں نہیں زمین سے اٹھایا اور آسمان پر جا بٹھایا۔ قائد اعظم بننے اور اپنی دن رات کی محنت سے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ایک قوم کہنے والے ہندو اور اس کے مشیر خاص انگریز کو آخر کار دو قومی نظریہ ماننا ہی پڑا اور علامہ اقبال کے تخیل قائد اعظم کی محنت اور تدبیر سے پاکستان کی شکل میں ایک ملک دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوا۔ جھرکیاں سہتے تھے۔ آخر ان کی محنت رنگ لائی اور آج مدرسے میں استاد کی کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔ شاگردگی جب تک محنت سے اپنے اسباق یاد نہیں کرے گا کامیاب نہیں ہوگا۔ نکمے اور محنت نہ کرنے والے طالبعلم فیل ہو کر سب کو بتاتے ہیں کہ محنت کرو گے تو کامیاب ہوں گے۔ محنت نے نہیں کرو گے تو ہماری طرح فیل ہوتے رہو گے۔

حبِ وطن

1۔ وطن دھرتی ماتا

2۔ وطن سے محبت ایک فطری امر

3۔ جذبہ حب الوطنی کی وجہ سے بھارت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بننا

4۔ مسلمان قوم کا فرد۔ ملت اسلامیہ سے محبت

5۔ ذوق کا بہتر مستقبل کے باوجود دہلی نہ چھوڑنا

وطن گہوارہ ہے، دھرتی ماتا ہے، وطن گود ہے مادر وطن کی ۔ وطن ایک جنم بھومی کا نام ہے۔ جس کی زمین، ہوا اور ماحول میں انسان پیدا ہوتا ہے، کھیلتا ہے، جوان ہوتا ہے۔ یہی ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار اور دوست یار اس کے مہربان و مشفق، ہمدردو غمگسار خیر خواہ موجود ہوتے ہیں۔ انسان کو ان سب چیزوں سے اتنا زیادہ لگا ہو جاتا ہے۔ کہ ان سے جدا ہوتے ہوئے مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے ۔

وطن ایک گھر ہے جس سے انسان کی محبت ایک فطری امر ہے۔ یہی محبت انسان کو دشمن کے مقابلے پر کھڑا کر دیتی ہے۔ 1960 میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ملک کے سارے باشندے دل و جان سے ایک سیسہ پلائی دیوار بن گئی اور آخر بھارت کو اپنی بے شمار اسلحہ کے باوجود عید ملن کی کھانی پڑی اور پاکستان کے مسلمان حب الوطن من الایمان کی عملی تصویر بن گئے ۔

یہ اس قدر فطری امر ہے کہ حیوانات کبھی اپنے ٹھکانے، بل کچھار وغیرہ سے محبت کرتے ہیں اور اس کی محبت میں جان تک لڑا دینا فطری تقاضا سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی کہتے ہیں کہ وطن وطن کا کانٹا بھی ابھی ریحان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جو مصر میں حکومت کرتے تھے کنعان کے بھکاری کو بھی اس حکومت سے بہتر خیال کرتے تھے کیونکہ کنعان ان کا وطن تھا اور حاکم ہونے کے باوجود وطن کی خوشبو اور محبت مصر میں نہ تھی ۔

ایک زمانہ تھا کے دکن (حیدرآباد) میں جو اسلامی حکومت بھی ہو علم پرور تھی۔ سارے ملک کے قابل لوگوں کی قدر کرتی تھیں۔ ان کے وظیفے مقرر تھے۔ اس زمانے میں دہلی میں بہادر شاہ ظفر کی حکومتیں اور بہادر شاہ کے استاد محمد ابراہیم ذوق کا شہرہ نہ سارے ہندوستان میں تھا۔ دکن کے حکمران میں ایک معقول زرومال کے ساتھ اپنے ایک نمائندے کو دہلی بھیجا تاکہ وہ ذوق کو حیدرآباد لے آئے۔

نمائندہ دہلی پہنچا ۔ ذوق کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ مال و زرپیش کیا اور نظام دکن کی تربیت کا پروانہ دکھایا ۔ ذوق نے نقدی دیکھی، خلعت دیکھی، مستقبل کی بہتری کی خبرپائی اور نمائندہ سے کہا :

میاں ! کیا حیدرآباد میں ایسی شاہی مسجد ہے ؟

نمائندے نے کہا۔ حضرت ! اسکا تو دنیا میں کہیں ثانی نہیں ہے۔

ذوق نے پھر پوچھا ۔ کیا وہاں ایسا شاہی قلعہ ہے ؟

نمائندہ بولا۔ حضرت ! یہ چیزیں تو خالص دہلی کے ساتھ مخصوص ہے۔ آج مال و دولت اور ترقی حیدرآباد کے ساتھ مخصوص ہے ۔ چلئے اور بہار دیکھیے۔

ذوق نے کہا :جہاں دہلی جیسی کوئی چیز بھی موجود نہیں ، اس کے لئے میں اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتا ۔ جائیے اور یاد رکھیے:

گرچہ دکن میں بہت ہے آج کل قدر سخن کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

وطن کا تصور مغرب میں ایک محدود خطے کا ہے جہاں ایک ہی نسل یا ایک ہی زبان بولنے والے افراد کا مجمع ہوتا ہے۔

مگر اسلام اس تصور کو نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے:

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدامی ما است

مسلمان دنیا کے چاہے کسی خطے میں رہتا ہوں وہ مسلمان قوم کا فرد ہے۔

تعلیم نسواں

1۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض

2۔ پڑھی لکھی ماں اور جاحل عورت میں فرق

3۔ عورتوں کا اعلی تعلیم حاصل کر کے اعلی مراتب پر فائز ہونا

4۔ اپنی اولاد کو ملک و ملت کی خدمت کے لائق بنانا

عورت اور مرد انسانی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ دونوں میں اکسانے اور برابر ہونا لازمی ہے۔ اگر علم مرد کی عقل کو روشن کرتا ہے تو عورت کی عقل کو بھی علم سے جلا ملتی ہے۔ اس لحاظ سے عورتوں کی تعلیم بھی لازمی ہے۔

اسلام نے فیصلہ کردیا ہے کہ" علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے"۔ آج ہوائی جہاز نے چین کو قریب کر دیا ہے۔ جن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل علم کی تاکید نے فرمایا، ان دنوں چین کا سفر جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص علم حاصل کرنے کی کوشش میں فوت ہو جائے وہ شہید ہے"۔

جنگ بدر کے دھوکہ دیں جو فدیہ دینے کی استطاعت نہ رکھتے تھے ۔ ان کے لئے دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا ہی فدیہ ٹھہرایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں علم کا درجہ کتنا بلند ہے ۔

ظاہر ہے کے اگر مرد علم حاصل کرکے ترقی کے مدارج طے کر سکتا ہے تو عورت بھی ان درجات کو علم حاصل کر کے طے کر سکتی ہے ۔ اب وہ زمانہ نہیں کہ عورت پر ان کے دروازے بند کیے جاسکے۔ اب تو لڑکیوں کیلئے الگ سکول اور کالج قائم ہو چکے ہیں۔ یہی لڑکیاں پر رکھ کر تعلیم یافتہ کہلاتی ہیں اور ملکوں میں لڑکی روشن ستارہ بن کر رہنمائی کا کام دیتی ہیں۔ ملک کے نام کو اونچا کرتی ہیں اور قوم کی عزت و آبرو کو چار چاند لگاتی ہیں ۔

ایک جاھل عورت بھی ماں کے رکھتی ہے۔ اپنے خاوند کے لباس بناتی سنوارتی ہے، بچوں کو بھی ایک خاص رنگ میں رنگتی ہے جس سے بچے بچپن سے ہی ہونہار ہوجاتے ہیں اور بڑے ہو کر ترقی کی راہوں پر چل نکلتے ہیں تعلیم یافتہ ماں بن جاتی ہے ۔ وہ فضول خرچیوں سے گھر کو اجاڑنے کی بجائے کفایتشعاری کو اپناتی ہے اور اس طرح آہستہ آہستہ عمارت سے قریب تر ہو جاتی ہے۔ بچوں کو خود بڑھاتی ہے ۔ وہ پڑھائی کے طریقے جانتی ہے اور محلے کے بچے بھی اس سے پڑھنے کے لیے آجاتے ہیں اور اس طرح وہ محلے میں عزت بھی پائی جاتی ہے اور امیر بھی ہوجاتی ہے ۔

اب تو اعلی تعلیم حاصل کرکے رہا ہے اعلی مراتب پر فائز ہونے لگی ہیں اور اس طرح انہیں اپنے جوہر دلھانے کا موقع بھی مل رہا ہے ۔ ان میں خودداری پیدا ہورہی ہے۔ اپنے اوپر اعتماد ہو رہا ہے۔ بعض لوگ جن کے پاس روپیہ تو ہے مگر علم نہیں، وہ خود ظاہر ہونے کی وجہ سے بچیوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی بجائے قیمتی لباس اور زیور سے آراستہ کرتے ہیں جس سے بچیوں میں بے راہ وری اور لالچ جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے وہ پری تو بن جاتی ہے مگر چراغ خانہ نہیں رہ سکتی اور اس طرح ملک و ملت کی رسوائی کا باعث بنتی ہے ۔ اس کے برعکس تعلیم یافتہ عورتیں اپنے وقار کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کی شان بھی بڑھاتی ہیں۔ اپنی اولاد کو ملک و ملت کی خدمت کے لائق

بناتی ہیں۔ انہیں برائی اور بھلائی میں تمیز کرنا سکھاتی ہیں اور اپنے فرائض ض دینی اور دنیاوی بڑے اچھے طریقے سے ادا کرتی ہیں۔

ایک دلچسپ سفر

1۔ گھر سے اسٹیشن پر پہنچنا

2۔ پلیٹ فارم پر ہجوم

3۔ گاڑیوں کا آنا اور جانا

4۔ دورانے سفر گپ شپ

5۔ منزل مقصود پر پہنچ کر تھکاوٹ کا دور ہونا

مجھے اسلام آباد جانا تھا۔ گھر سے چلا سٹیشن پر پہنچا، ٹکٹ خریدا اور گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ لگا چلتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا کہ جس کام کے لئے جا رہا ہوں، اسے کس طرح مٹانا ہے اور ریل کے آنے پر کیا کرنا

ہے۔ میری طرح اور مسافر بھی خرامہ خرامہ پلیٹ فارم کا طول و عرض ناپ رہے تھے۔ جو گاڑی کے آنے کا وقت ہو رہا تھا، پلیٹ فارم پر ہجوم پڑھ رہا تھا۔ اس میں عورتیں بھی تھی اور مرد بھی بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی معلوم ہوتا تھا پلیٹ فارم جاگ اٹھا ہے۔

گاڑی آئی، مسافر اترے بھی اور چڑھے بھی۔ میں ایک تیسرے درجے کے ڈبے میں سوار ہوگیا، گاڑی چل دی۔ مسافراں آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے شناسہ ہونے لگے۔ بے تکلفی سی پیدا ہونے لگی۔ راستے کی طوالت میں کئی طرح کی گفتگو پیدا کر دی۔

آخر ایک بوڑھا بولا۔ یہ میری آپ بیتی ہے، سنئے:

میرا الھر سٹیشن اور شہر سے بہت دور ایک گاؤں میں ہے۔ بچپن ہی سے ماں باپ مر گئے۔ تھوڑی سی زمین تھی، اس کی کاشت کے بدلے ہے کسان نے میری کفالت کا ذمہ لیا۔

وقت گزرتا گیا، میں کھیلتا کودتا جوانی میں داخل ہوگیا۔ ایک ہمسائے کی لڑکی زبان اور نیک تھی اس سے شادی ہوگئی ۔ میں نے ایک نوکر رکھ لیا۔ اس میں حقہ پینے کے سوا کوئی اور بری عادت نہ تھی۔

گیہوں پک گئے، ہم دونوں نے کاٹے اور کھلیان میں ڈھیر لگا دیا۔ میری بیوی شام کے وقت روٹی لائی اور ہم دونوں کھا کر وہیں سو گئے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ شام سے ذرا پہلے میرا ایک رشتہ دار آن پہنچا اور مجھے اپنے ساتھ دور اور اپنے گاؤں میں لے چلا۔ میں نے نوکر سے کہا: بیوی کھانا لائی گئی تو اسے نہ بتانا اور کھانا رکھ لینا ۔

غرض میں رشتہ دار کے ساتھ چلا گیا، نوکر میں آپ جلائی ہو گئی اور ایکا چنگاری گندم میں اڑکر جا پڑی ہوگی۔ وہ حقے کے نشے میں مست ہو گا کہ آگ بڑھی اور گندم جلنے لگی نوکر آگ بجھانے کے لئے دوڑا مگر خود بھی گندم کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا ۔ صبح ہوئی اور آکر چرچا ہوا تو بیوی اور یہ سمجھ کر کہ میں جل گیا ہوں روتی پیٹتی گھر چلی گئی۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ میں شام کے وقت گھر پہنچا، بیوی نے مجھے دیکھا تو چیخیں مارتی ہوئی بھاگیں اور ادھر سے لوگ لاٹھیاں کلہاڑیاں لے کر نکل آئے۔ کیونکہ وہ مجھے بھوت سمجھتے تھے ۔

میں بھاگا اور قبرستان میں جا کر چھپ گیا۔ اتفاق سے ایک جنازہ آیا۔ جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو جنازہ چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ شکر ادا کیا ۔ پھر بھوک نے تنگ کیا تو قبرستان سے نکلا اور وضو کے ایک ہیئت میں گھس کر خربوزے کھانے لگا۔ کر گاؤں سے نکلے میں بھاگا اور بھاگتا گیا اور اسی گاؤں میں جا پہنچا وہاں رشتے داروں کو ساری واردات سنایا نہیں ساتھ لیا اور اپنے گاؤں آیا۔ ان لوگوں نے میری بیوی اور گاؤں کے لوگوں کو بتایا کہ کھلیان میں جلنے والا نوکر تھا اور میں رشتہ داروں کے ہاں گیا ہوا تھا ۔ میں زندہ سلامت ہوں۔ جل کر بھوت نہیں بنا ۔

آخر گاؤں کے لوگ بھی سمجھ گئے اور میری بیوی کو بھی یقین آگیا۔ تب جا کر میری جان بچی ۔ سچی لو میرا اسٹیشن آگیا ۔ اس نے خدا حافظ کہا اور گاڑی سے اتر گیا۔

تندرستی ہزار نعمت ہے

1۔ تندرستی اور صحت مندی سب سے افضل نعمت

2۔ تندرستی۔ محنت سے نہ کرانا

3۔ تندرستی لی وجہ سے میڈیکل اخراجات میں کمی

3۔ تندرستی کے لیے ورزش ضروری

4۔ کم کھانا تندرستی کی نشانی

قدر صحت مریض سے پوچھو   تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی اور صحت مندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ غریبی، مفلسی، ناداری کا مقابلہ کرتا ہے اور کامیاب رہتا ہے ۔تندرستی دنیا میں بہت بڑی دولت ہے۔ صحت مند آدمی ہر طرح کی محنت کر سکتا محنت کا یہی التزام اللہ کو اتنا پسند آتا ہے کہ وہ اسے فقیری سے امیری عطا کر دیتا ہے۔ تنگدستی سے کشادگی بخشتا ہے اور نیک نامی اور کامیابی کا نام دیتا ہے۔

اگر انسان اپنے آپ کو صحت مند اور تندرست رکھنا چاہتا ہے تو محنت سے نہ کترائیں۔ کیونکہ تندرستی اور محنت کا ساتھ ہے۔ قریب ہونے کے باوجود محنت مند رہتا ہے اور شہری امیر ہونے کے باوجود بیمار۔ یہ بات ممکن ہے کسی کو راز معلوم ہو مگر حقیقت میں یہ کوئی راز کی بات نہیں۔ ظاہر ہے کہ امیر کھاتا پیتا اور کوئی کام نہیں کرتا۔ محنت کہ کسرشان جانتا ہے۔ جو لچھ کھاتا ہے وہ ہصم نہیں ہوتا کی قسم کی بیماریاں ان کرتی ہے۔ وہ ایک بیماری سے چھڑانے کے لیے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے بیماری ہے مگر صحت کے راز سے آگاہ ہونے کے باوجود اس پر پردہ پڑا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کے دولت سے صحت خرید سکتا ہے ہے مگر یہ ناممکن ہے۔

صحت خدا کے بتائے ہوئے اصولوں سے ہی حاصل ہوتی ہے اور وہ مفت ملتے ہیں۔ امیر آدمی روپے کے بغیر کچھ لینے کو کسرشان سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ خوب موٹا ہوتا جاتا ہے مگر آخر اپنا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتا اور چارپائی کا محتاج بن جاتا ہے۔

یاد رکھیے صحت کے لیے ورزش لازمی ہے۔ صبح کی سیر، گھڑ سواری، باغبانی صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ سب کچھ صبح سویرے اٹھنے پر منحصر ہے۔ کوئی سا موسم ہو، صبح سویرے اٹھ کے وضو کیجیے، نماز پڑھیے، خدا سے اپنی اور قوم و ملت کی بھلائی اور بہتری کی دعا کیجئے۔ پھر سیر کو نکل جائے آئے۔

اللہ نے انسان کے جسم کی ساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ محنت کرنی چاہیے۔ ہاتھ نہیں لگے تو کمزور ہو کر بھی جان ہو جاؤ گے۔ چلو پھرو گے نہیں نہیں تو ٹانگیں منبر کی ہو جائیگی اور چلنے پھرنے سے رہ جاؤ گے۔ اس لئے خدا کی دی ہوئی صحت کو بحال رکھنے اور بڑھانے کے لیے کام کرتے رہو اور اس کے ساتھ ہی ہمیشہ نے خیال نے کام میں کردار نے چلن بننے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ نیکی سے تندرستی کا انعام بھی ملا کرتا ہے۔ حقیقت میں تندرستی نے کیلئے ہی ملتی ہے بس نیکیاں تندرستی سے اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

یہ بھی یاد رکھیئے کہ جب تک بھوک غالب نہ ہو کچھ نہ کھائے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیجیے۔

عیادت مریض

1۔ صحت اور بیماری کا تعلق

2۔ مریض کی عیادت کرنا مسلمان کا فرض

3۔ مریض کے علاج کے دوران اس کی ہمت بڑھانا

4۔ ہر طرح کی مدد فراہم کرنا مریض کے آرام کا خیال رکھنا

5۔ مریض کی صحت یابی کے لیے دعا کرنا

صحت اور بیماری ساتھ ساتھ ہیں، جہاں صحت میسر آتی ہے وہاں بیماری سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ مریض کے عیادت ضرور کیجئے۔ عیادت اجتماعی زندگی کی ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا حق ہے اور اللہ سے محبت کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ اللہ سے تعلق حق کے بندوں سے تعلق نہیں ہو سکتے۔ مریض کی غم خواری، دردمندی اور تعاون سے غفلت برتنا دراصل خدا سے غافل ہونا ہے۔

قیامت کے روز اللہ تعالی فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو نے میری عیادت نہ کی۔" بندہ کہے گا: "پروردگار! تو ساری کائنات کا رب ہے۔ بھلا میں تیری عیادت کیسے کرتا۔" اللہ کہے گا۔ "میرا فلاں بندہ بیمار تھا پر تو نے اس کے عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو وہاں پاتا۔"

مریض کی عیادت، تندرستوں پر واجب ہے۔ جب آپ مریض کی عیادت ہوجائیں گے تو مریض کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیجئے ۔ یے یہ امراض قلب ان سے اس کا دل خوش کیجیے۔ اس کی طبیعت کا حال پوچھیے اور تسلی کی باتیں کرتے ہوئے یہ بھی کہی ہے کہ خدا نے چاہا تو آپ جلد صحتیاب ہو جائیں گے۔ دوایہو اور التزام کے ساتھ بھی و ۔پرہیز کرو جو غزہ حکیم یا ڈاکٹر بتائے وہی ٹھیک ہے ۔مریض کے سرہانے زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں اور نہ شور وغل کیجئے۔ ہاں اگر مریض آپ سے کچھ دیر بیٹھنے کا تقاضہ کرے تو کچھ دیر ضرور بیٹھئے ۔مریض کی متعلقین سے بھی مریض کا حال پوچھے اور ہمدردی کا اظہار کیجئے۔ آپ جو خدمت اور تعاون کر سکتے ہیں، ضرور کریں۔ ادبیات اور دوسری ضروریات زندگی ہے۔ گھر عیادت کے لیے جائیںتو ادھر ادھر طاقت نہ رہے۔ آپ کے بیٹھنے سے گھر کی خواتین کو تکلیف نہ ہو وہ بیچاری پردہ کرتی پھر رہے۔ بہرحال آپ کو چاہیے آپ بیمار کی عیادت ضرور کریں۔ مگر اہل خانہ کو تکلیف نہ کرے۔ بیمار کے لئے اللہ تعالی سے بھی دعا کریں۔ موسم کا میوہ بھی کبھی کبھی مریض کے لے جایا کرے تاکہ وہ آپ کے خلوص کا معترف ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے لیے دعا بھی کرے۔

ماں باپ کے ساتھ سلوک

1۔ قرآن مجید میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم

2۔ ماں کے قدموں تلے جنت

3۔ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا

4۔ والدین سے نیک سلوک کرنا

5۔ والدین کے آرام کا خیال رکھنا

ماں باپ جنھوں نے ہمیں جنا اور پالا، ہماری تربیت کی، ہمیں پڑھایا، انسانیت سکھائی، دنیا میں رہنے کے آداب سکھائے اور زندگی کے اتار چڑھاؤ بتائے۔ اللہ تعالی کا حکم ہے:

"اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا"۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا کہ کون سا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ اس کے بعد کون سا کام خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک"۔

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ماں باپ ہیں تمہاری جنت ہے اور ماں باپ ہیں دوزخ"۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کی روزی میں کشادگی ہو اس کو چاہیے کہ اپنی ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے"۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے ماں باپ کی شکایت کی کہ "وہ جب جاتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں"۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کو بلوایا تو ایک بوڑھا کمزور شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا حاضر ہوا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہنا شروع کیا :"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت میں مالدار تھا۔ اور خالی ہاتھ تھا ۔میں نے کبھی، اس کو اپنی چیز لینے سے منع نہیں کیا تھا ۔آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست و توانا ہے۔ میں خالی ہاتھ ماریہ مالدار ہے اور اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔"

بوڑھے کی باتیں سن کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا :

"تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے"۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ:"اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو"۔

ظاہر ہے کہ اولاد پر ماں باپ کے حقوق ایسے ہیں ان کا ادا کرنا ہی اولاد کے لئے مناسب ہے کہ جہاں وہ اپنے ماں باپ کی اطاعت، فرمانبرداری اور خدمت گزاری میں منفرد اور مثالی بیٹا ہے۔ اس کی اولاد بھی اس سے ویسا ہی نیک سلوک کرے اور اس کا پڑھنا بھی اچھا گزرے۔

چاندنی رات

1۔ چاندنی رات کی دلکشی۔ چاندی کا سفید لباس

2۔ شہر کے لوگوں کو چاندنی کے حسن کا کم احساس ہونا

3۔ دیہاتی لوگوں کا چاندنی رات سے لطف اندوز ہونا

4۔ ہر طرف سیلاب نور کا سماں

5۔ میدانوں پر سفید شیشہ کا بچھ جانا

رات سکون بخش ہے اور اپنے اسی سکون کے باعث محبوب ہے۔ لیکن رات اور یہ چاندنی رات دلکشی کی تصویر، نقشونگار کی حسین تحریر ہے۔ آؤ ذرا چاند رات کی سیر کریں۔ رات نے پر پھیلائے، سیاہ پردے طعنے، ہر طرف گھپ اندھیرا، ایس اندھیرا کے خوف کا پھیرا، مشرق میں چاند نے منہ دکھایا۔ چاندی کا سفید لباس پہنا، اندھیرے منہ پر سفید پوڈر ملیا سفید ہوگیا سفید چادر بچھنے لگی اور بجلی چلی گئی۔ جنگل پر، صحرا پر، میدان پر، پہاڑ پر، قلعی کا کوٹ پر پھر گیا۔ ہر طرف نور کے مقدس پانی میں دھو لیں سفید ہوئی، تاریکی کونوں کھدروں میں جا دبکی۔

چاند اور پھر جو دھوئیں کا چاند، نور کا منبع، روشنی کا جھاڑ بلند ہوا اور ہوتا گیا۔ پہاڑوں پر قلعی پھر گئیدرختوں اور میدانوں پر سفید شیشہ بچ گیا۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں سے چھن چھن کر آنے والی چاندوی نے کیا بہار دکھا رکھی تھی چھنہ، ہوئی چاندنی واہ سبحان اللہ نور کی بارش نور کی بارش نور کا، پھوار چاندی کی چھلنی جس میں سے نور چھن کر کر زیادہ زمین کو روشن کر رہا ہے ریت کے ذرے چمک اٹھے۔ گویا دن بھر کے سوئے ہوئے جاگ اٹھے ہیں جاندا نہیں دیکھتا ہے اور یہ چاند کو دیکھ رہے ہیں۔ گویا ننگے نہ چاند ہیں جو چاند کو دیکھ رہے ہیں۔

ہرے بھرے کھیتوں پر چاندنی کی بہار اور ہی مزہ دیتی ہے۔ زمرد پر چاندی کا جھول چڑھا ہوا ہے۔ طمع سازی ہو رہی ہے، پگلی ہوئی چاندی کے فوارے چل رہے ہیں۔ آسمان سے سیلابی نہریں رواں ہیں اور ہر طرف سے عذاب نور کا

سماں دیکھا رہی ہے ۔ وہ دیکھو ! پہاڑ، پہاڑی انور میں نہا رہی ہے۔ دامن میں نور ہے پہلوؤں میں نور ہے سایہ تک نور میں ڈھلا جا رہا ہے۔

اوڑھ کر اپنے تن تازک پہ چادر چاندنی

اُوج گردوں سے اترائی زمین پر چاندنی

دریا اپنی روانی بھول گئے۔ چاندنی کی بہار پر نگاہ ٹکی ہوئی ہیں لہریں اچھل کر چاندنی کو دیکھنے کے لیے اپنی بے تابی کا اظہار کر رہی ہیں ۔ مچھلیاں بھی تڑپ کر اچھل رہی ہیں ۔ یہ بہار، کی چاندنی کا انکار چار دیکھتی ہیں اور اپنی قسمت پر ناز کرتی ہیں۔

پرندے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے چاندنی کا لطف اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالی کی حمد کی خاموشی کے پردے میں گیت گا رہے ہیں۔ انسان اگرچہ دن بھر کے تھکے ہوئے ہیں، مگر چاند کی چاندنی پر نثار ہو رہے ہیں کبھی چاند پر نگاہ پڑتی ہے۔ کبھی چاندنی پر دونوں کا لو صرف ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے اس لفظ سے صحیح طور پر لطف اندوز ہونے والے دیہاتی ہیں جنہیں چاندنی رات دن کا مزہ دے رہی ہے۔

شہر کے لوگوں کو چاند کے حسن اور بہاروں کا بہت کم ہے ساز ہوتا ہے۔ انہیں کبھی چاندنی رات کو دیکھنے کا موقع یسر نہیں آتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں چاندنی رات کبھی آتی ہی نہیں۔ بجلی قمقموں کی روشنی ان کے لیے چاندنی رات ہے۔ بجلی بند ہو جائے تو یہاں چاندنی رات بھی عمارتوں کے سائے میں دب جاتی ہے۔

شہری اور دیہاتی زندگی

1۔ دیہاتی زندگی۔ تازہ ہوا عمدہ خوراک

2۔ شہری زندگی۔ آلودہ م۔لاوٹ شدہ خوراک

3۔ شہری زندگی بے چینی اور بے آرامی

4۔ دیہاتی زندگی محنت مشقت ۔تندرستی اور صحت

5۔ دیہاتی میں تعلیمی سہولتوں کا فقدان

یہ شہر ہے ۔زندگی سے بھرپور، اپنی زیست سے مسرور، اپنی ذات پر مفرور ۔دن ہو یا رات کام میں مصروف نہ تفریح، نہ تعطیل کارخانوں کا دھواں ،دن رات کی تھلک، آنکھیں دھوئیں سے بند ہیں، کان تھکے ہوئے ہیں۔ غریبوں کے لیے دن رات کی بیچینی ،، محنت کشوں کے لئے درد آفرینی، ایک ایک کرے میں کی جانے ،نہ تازہ ہوا نہ آئندہ خوراک ، گلیوں اور کوچوں میں غلاظت کے ڈھیر ، خاکروب گلیوں کے چوہدری ہیں۔ مہینے میں کبھی ایک آدھ بار معائنہ کو آگے تو آ گئے ،ورنہ خدا حافظ ۔

امیر ہے، دولت مند ہیں، کارخانہ وار ہیں۔ شراب عسرت سے سرشار ہیں۔ جھاڑ ہو تو گرم لباس ، گرم بستر، کندھوں پر ڈال ہیٹر لگے ہوئے ہیں۔ سگریٹ بیڑی اڑا رہے ہیں ۔ہی زیادہ کمائی کے خم وپیچ میں اسیر ہے۔ نئے منصوبے بنا رہے ہیں ۔گرمی آتی ہے تو بجلی کے پنکھے دن رات چل رہے ہیں۔ کھلے مکانوں میں ایئرکنڈیشن ٹ لگے ہیں ا۔س پر طبیعت مچھلی میں بیٹھے اور مری پہنچ گئے ۔گھوڑا گلی کی سیر کی ۔ایبٹ آباد اسلام آباد کو نکل گئے۔ ٹھنڈی زمین، ٹھنڈی ہوا ،ٹھنڈا پانی چشموں کی سریلی آواز ،قدرتی نغمہ ،قدرتی ساس جیب میں دام ہے اس کے باوجود بےچین ہے ۔کسی کو بلڈ پریشر ہے، کوئی شوگر کا مریض ہے ۔کسی کو کچھ بیماری ہے ، کسی کو کچھ نہ آدمی ہے جیسے دیکھئے ہٹ حسن مضبوط سے ہر موسم اور ہر سختی برداشت کرنے کو تیار ۔نہ گلہ شکوہ کر رہے ہیں ہیں ۔بی لسن کرتے ہوئے بھاگے جا رہے ہیں ،زمین کا سینہ چیرا جارہا ہے ۔بیج بوئے جارہے ہیں ۔کٹائی ہو رہی ہے ، کہیں نئے پودے لگائے جارہے، ہیں اناج پک رہا ہے ۔فصلیں سنہری بالوں سے سنہری ہو رہی ہیں ۔زمیندار مسرور ہے ۔یہ سنہری بال اناج کی بھرپور کوشش یہی زمیندار

انہیں سنبھالنے کی فکر میں ہے ۔ فصل پک جائے گی تو اپنے لئے تھوڑا سا غلہ رکھ کر باقی اناج منڈی بھیج دے گا جو شہر کے رہنے والوں کی خوراک دے گا۔ گاؤں کی عورتیں اور بچے سبھی محنتی ہوتے ہیں ۔یہی محنت انکی صحت و تندرستی کی ضامن ہے۔ وہ اناج کھاتے ہیں اور طاقتور ہوتے ہیں۔ کسی کو بلڈ پریشر کی بیماری نہیں ،نہ کوئی شوگر کا مریض ہے ۔کبھی کبھی بخار ضرور آجاتا ہے ،مگر ان کی ہی محنت ان معمولی بیماریوں کو بھگا دیتی ہے ۔ان کے مکان شہر کے مقابلے میں کچے ہے ،نہ سڑکیں ہیں، نہ روشنی ،نہ باغات مگر ان کے ہرے بھرے کھیت ہیں ان کی سڑکیں

روشن ہیں اور باغات ہیں۔ یہاں دور دور تک ہسپتال نہیں ہے۔ پرائمری سکول بھی گاؤں سے دور ہے۔ اب لوگ پڑھنے لکھنے لگے ہیں۔ بہت کم دیہاتی کالج لگاتے ہیں۔ شہر میں ہسپتال، کالج، یونیورسٹی سب کچھ موجود ہے مگر صحت کی کمیابی ہے اور پھر اسی مصروفیات لے شہر کے لوگ صحت ے سعلق سوچنے کا موقع بھی تو نہیں رکھتے۔

وقت کی پابندی

1- گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

2- سلمانوں کیلئے نماز کی پابندی

3- نظام کائنات کا مقررہ وقت کے مطابق

4- پابندی وقت کامیابی کی ضمانت پابندی وقت تعلیمی میدان میں کامیابی

وقت دریا کا بہاؤ ہے کہ گزرا اور گذرتا ہی گیا۔ اسے واپس آنے کا راستہ بھول جاتا ہے۔ وقت نہ کبھی واپس آیا ہے نہ آئے گا۔ ہر شخص کو بہت کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ جو وقت کے ساتھ نہیں دیتا وہ پچھتاتا رہتا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ؛

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

ہمارے کام وقت لے محتاج ہیں۔ وقت پر کام نہ کریں گے تو ناکامی کا منہ دیلھنا پڑے گا۔ مسافر صبح ہی صبح چل دیتے ہیں کہ مسافت طے کرنا ہے اور مقررہ وقت کسی مقام پر پہنچنا ہے۔ اگر مقررہ وقت پر نہ پہنچے اور نامرادی ہے۔ اللہ تعالی نے سورج، چاند، ستاروں، موسموں کو وقت کا پابند کیا ہے۔ سورج اپنے مقررہ وقت پر ہی نکلتا اور دنیا کو روشن کرتا ہوا اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چاند کے اوقات بھی معین ہے ہے۔ حلال نکلتا ہے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہوا دعا مع کامل بن جاتا ہے اور گزر جاتے ہیں۔ گرمی کے موسم کی فصلیں گرمی کی محتاج ہیں اور سردی کے موسم کی فصلیں بلی سردی کی حاجت مند رات اور دن بھی وقت کی پابندی کے ساتھ آتے جاتے۔ آپ کسی جگہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ سفر کے لیے گھوڑا گاڑی ریل ہوائی جہاز موجود ہیں۔ آپ نے ٹکٹ خرید لیا

ہے مگر جب تک آپ وقت کی پابندی کرتے ہوئے اڈے اسٹیشن پڑھنا پہنچی آپ کہیں نہیں جا سکتے ۔ وقت سے ایک منٹ کی دیر ہوئی اور ناکامی سے ہاتھ ملتے ہوئے رہ گئے۔ مسلمانوں کے لئے نماز اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے ۔ یہ بھی وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنی پڑتی ہے ۔ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے ادا کرنی ہوتی ہے ۔ آفتاب نکل آیا تو صبح کی نماز کا وقت گزر گیا ۔ اسی طرح باقی نماز بھی مقررہ وقت پر ادا کرنا پڑتی ہے ۔ آپ حج کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ ہوائی جہاز اپنے مقررہ وقت پر سعودی عرب جائے گا ۔ آپ نے پہنچنے میں دیر کردی ۔ ہوائی جہاز جاز وقت کی پابندی کے ساتھ اڑا اور ذرا سی دیر میں یہ جا وہ جا ، نظروں سے غائب ہوگیا ۔ اب آپ بیٹھے ہاتھ ملے پچتائی وقت واپس نہیں آئے گا نا آپ کو اپنے ساتھ لے جائے گا ۔ اس لئے وقت کی پابندی کرنا ہم سب پر لازم ہے ۔ وہ بندی کرنے پر کامیابی ہوتی ہے اور پابندی نہ کرنے سے ناکامی اور بے چارہ ہے ۔ صبح ہوئی بچے سکول جانے کے لیے تیار ہوئے ، مگر راستے میں کھیلتے کودتے دیر کردی۔ اسکول پہنچے تو سکول لگ چکا تھا، حاضری ہو چکی تھی۔ ان کی غیر حاضری کی تھی جرمانہ ہو چکا تھا ۔ اگر یہی بچے وقت پر سکول پہنچ جاتے تو نہ انہیں استاد کی جھڑکیاں سہنی پڑتی، نہ جرمانہ ہوتا ، نہ سبق سے پیچھے رہ جاتے اور نہ دوسرے لڑکوں سے پڑھا ہوا سبق دہرانے کے لیے خوش آمدید کرنا پڑتی۔ بس یاد رکھیں گے وقت کی پابندی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔ اس لیے ہمیشہ وقت کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیے۔

میرے دوست

1- دوستی قربانی اور ایثار کا جذبہ

2-دوستوں کی قسمیں

3- دوستی کا امتحان

4- دوست شناسی

5-دوستی کا درجہ

دنیا میں دشمن بھی ہوتے ہیں اور دوست بھی ، پہلی جنس ارزاں ہے اور دوسری گھر اور کمیابدنیا کے عام قائدہ کے مطابق میرے بھی دوست ہیں ، مگر ہر دوست ہم مرتبہ الگ ہے۔ ہر ایک درجہ دوستی کے لحاظ سے مختلف ہے ۔ اس لئے تو کہا جاتا ہے کہ دوست بناتے ہو تو دوست شناسی بھی ۔ اس تھوڑی سی زندگی میں اتنا وقت میسر نہیں ہے کہ ہر دوست کا امتحان لے سکے اور اس کی دوستی کا وزن معلوم کرسکیں۔ میرے ایک دوست بظاہر بڑے پیارے اور

میٹھی قسم کے ہیں۔ مگر جب کبھی کوئی کام ان سے متعلق آن پڑتا ہے تو عموما ناکامی میں کب نہیں آتا بلکہ جذبہ رحم ابھر آتا ہے۔ حضرت شیخ سعید نے دوستوں کی اقسام بیان کی ہیں اور میں نے بھی سچ اور صحیح سمجھ لیا ہے کہ انہوں نے

اپنے وسیع تجربے کی سیاحت کے بعد دوستوں کی تین قسمیں بیان کی ہے ہے۔ شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک دوست وہ ہے ہے جو دیکھ لیتا ہے تو قربان ہوجاتا ہے ہے اور اس دل سوزی سے خیر خیر پہنچتا ہے کہ اپنے آپ پر رحمان لگتا ہے ۔کام کاج کی حالت بھی پوچھتا ہے اور کاروبار کے بہتر ہو جانے کے بارے میں کہ کاش میں اس قابل ہوتا کہ آپ کی کوئی مدد کر سکتا ۔ ایسی ہی ادھر ادھر کی چند باتیں کی اور چلتے بنے ایسے دوستوں کو انہوں نے 'زبانی دوست 'کا خطاب دیا ہے۔ پھر کچھ دوست ایسے بھی ہیں جو مراد ظاہر داریگ کے خاندان سے ہیں ۔ ایسے وقت میں ملاقات کے لیے آئے ہیں کہ کھانے کا وقت قریب تر ہوتا ہے پوری انہیں کھانے میں شریک کرنا پڑتا ہے یا کھانے کی دعوت دینا پڑتی ہے ہے ۔وہ انکار نہیں کرتے ۔یہ صاحب خود کبھی کھانے کی دعوت نہیں دیتے ۔باتیں بہت اچھے دار کرتے ہیں اور دوستی کے حقوق بناتے ہیں ہیں لیکن ان سے دوستی نبھانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کی باتیں سنتے جاؤ اور انہیں کھانا کھلاتے جاؤ ۔ کبھی اس سے کھلانے کی توقع نہ رکھو ۔یہ دوست "کھانے پینے کے دوست "ہیں ۔یہدوستوں کی تیسری قسم وہ ہے جن کے دل میں قربانی کا جذبہ ایثار کا بلبلہ ہوتا ہے ۔یہ بے تکلف دوست ہوتے ہیں اور ہر قسم کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں ہیں ۔ان کی باتیں سچی اور بے لاگ ہوتی ہیں۔ خوش آمدید دور رہتے ہیں اور دوست کو فائدہ پہنچانے کی سبیل سوچتے رہتے ہیں اور جب اسے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو انکی مغفرت کی انتہا نہیں رہتی ۔ حضرت شیخ نے ایسے دوستوں کو س"چے دوست یا جانی دوست" قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ بانی دوست سے

زبانی ہمدردی کر کے گلو خلاصی کر آلو اور روٹی کے دوست کو روٹی کھلاؤ اور گھر سے نکال دو ، لیکن یار جانی کو آپ پر جان بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرو۔

شہری زندگی کے مسائل

1- ٹریفک کا ہجوم

2- مضر صحت اشیاء

3-تنگ و تاریک فلیٹ لیت

4-ہسپتالوں کی کمی

5- سکولوں میں بچوں کے داخلوں کے مسائل

آج شہری زندگی مسائل کے تانوں بانوں میں الجھ کر رہ گئی ہے ۔ صبح سے شام تک تک ایسے مسائل ہیں جن سے شہریوں کا واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ان کا جائزہ لیں تو صورتحال کچھ یوں نظر آتی ہے۔ صبح اٹھتے ہیں جب جب لڑکا کھولا

جائے تو پانی ی نہیں ہوتا پریشان اور والدین اپنے دفتروں میں جانے کے لیے معترف، اڑوس پڑوس میں نظر ڈالیں تو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں جن گھروں میں پانی کے ذخیرے موجود ہیں، ادھر کا رخ کیجیے تو ایک گھر جواب سن لیجیے صاحب ہم مجبور ہیں۔ آپ کو پانی دے دیں گے تو اپنے باغیچے کے لیے کہا مارے مارے پھر رہے ہیں ہیں۔ چار و ناچار آدھا کلو میٹر کے فاصلے پر سرکاری نلکے کا رخ کیا تو زمین دوز نلکے میں سوئی کے ناکے کی طرح پانی ٹپک رہا ہے اور پانی کے طلبگاروں کی قطار اتنی طویل ہے کہ باری اتے سارے پروگرام ہی درہم برہم ہو جائے۔ پھر بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ امیدواروں کی قطار میں جا کھڑے ہوں۔ دل کی گھبراہٹ میں ایک دوسرے سے الجنہ اور ادھورا ناشتہ کی کئے اپنے منزل کی طرف چل پڑنا گویا ہر گھر کا معمول ہے ہے۔ ناشتہ ہو بھی تو کیسے دودھ پانی کی طرح نہ دودھ کا مزہ چائے کا ذائقہ ۔ لرمی کے دنوں میں لسی پینا چاھے ہے تو اس کے کوئی چارہ نہیں کہ یہ پانی حاصل کرنے کے لئے پانی کی کتاب میں جا کر کھڑے ہو یا دہی حاصل کرنے کے لیے دہی کی قطار میں لگ جائے ۔ دہی کا اچھا برا ہونا تو تو جدا بات ہے ہے پراٹھے کی لذت سے بچے نہ آشنا ہیں۔ ماؤں کو خود اپنی اپنی نوکریوں پر پہنچنے کی جلدی ہے ہے۔ وہ دل جمی سے ناشتہ تیار کرنے سے قاصر ہیں اٹھا اس قدر نہ کر سکے پہلے سے گوندھ کر رکھنا بھی ممکن نہیں۔ اگر سے قدم نکالتے ہیں گوناگوں مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ بس سٹاپ پر قطاروں کا کا سلسلہ، اللہ دتہ اور ٹیکسی ڈرائیوروں کے مزاج ہی نہیں ملتے ۔ مقررہ نرخوں پر چلنے کے لیے کوئی آمادہ نہیں نہیں۔ دوبنے اور چوکنے دھام کوئی ایک دن کا سوال ہو تو دے بھی دیے جائے۔ جب اپنی باری آتی ہے تو راز کھلتا ہے کہ یہ تو ایک اور آزمائش ہے کے پناہ خدا کا عجب

عالم ہے۔ منہ سے وہ پھول جھڑ رہے ہیں کہ تہذیب یافتہ قوم کے فرد نظر ہی نہیں آتے۔ ظاہری اور باطنی حلیہ بگاڑنے یہ لوگ لوگ پہچانے بھی نہیں جاتے، بچے بستوں کے بوجھ سے ہلکا نہیں رکھ سکتے ہیں، نہ خود ہی کہیں بیٹھ سکتے ہیں بچے سکول دیر سے پہنچتے ہیں جس پر استاد کی جھڑکیاں کھانا سزا کے طور پر مزید گھنٹہ بھر جماعت سے باہر کھڑے رہنا بچوں کی زندگی کا ایک معمول بن چکا ہے۔ ان حالات میں بچے جماعت میں داخل ہوتے ہیں تو پھر ایک نئے مسئلے کا سامنا ہوتا ہے۔ جماعت میں تل دھرنے کو جگہ نہیں، کسی کونے کھدرے کھڑکی میں جگہ مل جائے تو بڑی خوش نصیبی اس ساری کشمکش میں دلچسپی اور تازگی ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ باقی رہ اساں شوق استاد کے غیر متعلق رویہ کی نذر ہو جاتا ے ے ہے۔ سو سوا سو کی جماعتمیں وہ اپنے ہی شاگردوں سے ناآشنا ہے۔ چھٹی کے وقفے میں پانی پینے کے لئے ایک دوسرے کو دھکیلنا طلا کر سمن، مہ ، سے کینٹین تک نہ پہنچ سکے کی بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور پھر بیمار پڑ کر دنوں سکول سے غیر حاضر رہنا ایک اور ہی مسئلہ ہے۔ دفتروں میں خواتین و مرد حضرات پہنچتے بعد کو ہیں اور ان کی میز پر جواب طلبی کے پرزے پہلے درے ہوتے ہیں رہا سحا موڈ بگڑ جاتا ہے، طبیعت غم در ہو جاتی ہے اور بہانوں کا کوٹہ بھی مہینے کے خاتمے سے پہلے ہی تمام ہو جاتا ہے۔ جس کشمکش سے دفتر پہنچتے ہیں اور اس سے نکلنے اور دوبارہ اسی کشمش کو دہرانے کے لیے نیا حوصلہ پیدا کرنا نا بجے خود ایک چیلنج ہے ہے۔ کام کا سارا وقت انہیں جھمیے لو میں گزر جاتا ہے اور کسی منصوبہ بندی کے تحت کوئی کام ہو نہیں پاتا۔ ہر روز آج کا کام کل پر ڈال کر دل کو یہی تسلی دی جاتی ہے کہ کل سہی اور یہ کل نہ کبھی آئی ہے نہ آئے گی ابھی۔ راستے کیا نہیں تمام باتوں کو دہراتے ہوئے

جب دفتر سے گھر پہنچتے ہیں تو آئے دن ڈاک میں خاندان کے کسی نہ کسی بچے کی پیدائش یا شادی بیاہ کی اطلاع ملتی ہے جس میں شمولیت بن کوئی چارہ ہی نہیں نہیں۔ مہینے بھر کا پر بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ یوں تو کہنے کو شہر بجلی گیس اور پانی کی سہولت سے ہمکنار ہیں لیکن بے ہنگم بڑھتی ہوئی آبادی نے تمام سہولتیں سلب کر لی ہے گھر گھر نلکے ہی پانی نہیں۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ نے بچوں کی امتحانی تیاری میں میں رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے۔ دوسری طرف باہر سے تھکی ہاری لوٹنے والی خاتون خانہ کے لئے یہ مسئلہ ہے کہ غیر بھی گھنٹوں کے لیے بند ہے۔ پکائے تو کیوں کر کر پھر یہ کہ گیس بجلی اور پانی کے بے انداز بلوں کی حرماں ادائیگی وہی قطاروں ہیں وہی قطاروں میں کھڑا رہنا دنیا امید پر قائم ہے۔ بلوں کی ادائیگی نہ ہوگی۔ ابھی تو موہوم سی اس بھی ٹوٹ جائے گی۔ شہروں کے فاصلوں نے تو دلوں میں بھی دوری پیدا کر دی ہے۔ کسی کے دکھ سکھ میں کوئی شریک نہیں۔ پڑوسیوں کو پڑوسیوں کی خبر نہیں دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے شہروں میں جگہ جگہ کچی آبادیوں کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جنہوں نے صحت و صفائی کا ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ چوڑیوں کی وارداتوں میں اضافے کا باعث ہے میں رہنے والے بچوں کو کھیل کود کے مواقع نہیں نہ کہ غزہ دھواں اور غبار آلودہ فضا نے بچوں کی صحت کو بھی متاثر کیا ہے۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹر ممکن نہیں عالم میں پرائیویٹ ڈاکٹروں کا رخ کرتے ہیں اور ان کی منہ مانگی فیس ادا کر کے سوچتے

ہیں کہ کیا یہی پیسہ بچوں کے کھانا کھلانے پر خوش نہ ہوتا ۔ ہسپتال میں داخلے کی ضرورت پڑنے یا اسکول میں داخلے کا سوال ہو جوئے شیر لانے سے کم نہیں نہیں۔ ادھر کرائے گا ان میں رہنے والے ہر دم اس فکر میں ہلکان ہو جاتے ہیں

کہ کس دن مالک مکان گھر خالی کروالے مکان جیسا بھی ہے۔ سر چھپانے کی جگہ تو ہے کل کو یہ بھی نصیب نہ ہوگا بچوں کو پڑھانا لکھانا بھی عذاب اور اگر پڑھ لی جائیں تو روزگار کے مواقع ناپید ہمارے بڑھتے ہوئے معیار کی زندگی کا جنجال الگ نمود و نمائش کے ہنگامے جدا۔

غرض شہری زندگی کیا ہے الجھنوں کا ایک طویل سلسلہ ہے یا کشمکش کی انمٹ داستان اور اگر شہری یہ محسوس کریں تو غلط بھی نہیں ہے کہ

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے

ہم تو اس

جینے کے ہاتھوں مر چلے

گداگری

گداگری ایک لعنت ہے جو انسان کو انسانیت کے درجے سے گرا دیتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایک وسیع تر پیشے کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ گداگروں کی باقاعدہ ایک برادری ہے جو جماعت در جماعت گلی، محلوں، سڑکوں اور بازاروں میں ٹولیاں بنا کر خاندان جا بجا مورچے لگا کر پھیلے دیکھائی دیتے ہیں۔ جو آتے جاتے ہوئے لوگوں

کے پیچھے للکارے ہوئے اس انداز میں سوال کرتے ہیں کہ راہگیروں کو بادل ناخواستہ سوالی کے کشکول یا ہاتھ پہ کچھ نہ کچھ رکھنا ہی پڑتا ہے۔

بعض رحم دل افراد تو سوالیوں پر نظرِ کرم کر دیتے ہیں۔ لیکن انہی میں سے ایسے بھی ہیں کہ جو مانگنے والے کو بری طرح جھڑک دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں سوال کرنے والے کو جھڑکنے کی ممانعت ہے۔ جبکہ بیشتر سادہ دل انسان اسی بات کے پیشے نظر پیشہ ور گداگروں کے ہاتھوں اپنی سادگی کے سبب بیوقوف بنتے رہتے ہیں۔

اگرچہ اسلام میں سوالی کو جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ درست بھی ہے کہ اگر آپ کسی کی مدد نہیں کر سکتے تو اس [illegible] کر ساتھ توہین آمیز سلوک کرنے کے بھی روادار نہیں ہیں اور نا ہی کوئی انسان کسی انسان کے ساتھ توہین

آمیزسلوک کا حق رکھتا ہے کہ یہ طرز عمل انسانیت کے منافی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگزنہیں کہ رستے میں آنے والے ہر سوالی کا دامن کشکول بھرتے چلے جائیں کہ سادہ دل انسان اپنی اسی کم فہمی وسادگی کے باعث گداگری کے کاروبار میں گداگروں کے معاون رہے ہیں۔

گداگروں کو اپنا کاروبار چمکانے میں ایسے ہی سادہ دل انسانوں کی حمایت و معاونت حاصل رہی ہے۔ اور اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بیشتر موقعہ شناس اورپیشہ ورگداگر اخلاقی ونفسیاتی "بلیک میلنگ" سے سادہ اور بالحاظ انسانوں

کو لوٹتے رہتے ہیں جو کہ کسی بھی طرح درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک قابل مذمت اور غیراخلاقی فعل ہے۔ گداگری کوئی پیشہ نہیں بلکہ اخلاقی کمزوری ہے۔ جودن بدن پھلتی جا رہی ہے۔

جنھیں مفت خوری کی عادت ہے خیرات کھا کھا کر ان کی عزت نفس مسخ ہو چکی ہے اور انہیں شے دینے والے وہ لوگ ہیں جو بغیر سوچے سمجھے ان کی دعاوں سے متاثر ہو کر ان کی جھلیاں نظرانوں سے بھر دیتے ہیں۔